

اسلام اور عصری مسائل

— خبروں کے آئینے میں —

اسلام کے خلاف بیرونی سازشوں کا وہم منفی سوچ کی پیداوار ہے۔
(ڈاکٹر سید رزق الطویل)

قاہرہ (المسلمون)۔ ۲۸ نومبر ۱۹۹۲ء۔ اسلامی تحریکوں میں شامل نوجوانوں کی زبان سے اکثر "بیرونی سازش" کا ذکر سننے میں آتا ہے۔ اُمت کے ہر مسئلے اور ہر مشکل میں انھیں بیرونی ہاتھ نظر آتا ہے۔ ڈاکٹر سید رزق الطویل نے اسے منفی سوچ کی پیداوار قرار دیتے ہوئے وضاحت کی کہ اسلامی تحریکیں اس وقت ایسی صورتِ حال سے دوچار ہیں جسے "دردِ زہ" کا مرحلہ کہا جاسکتا ہے۔ تمام جدید اسلامی رجحانات نے نامساعد حالات میں اور استبدادی نظاموں میں جنم لیا ہے۔ انھیں اپنی تحریک کے ضمن میں شدید مزاحمتوں کا سامنا ہے۔ حالات کی تبدیلی میں انھیں نئے طرزِ فکر کی ضرورت ہے لیکن ان پر منفی سوچ غالب آگئی ہے جس کی وجہ سے وہ مثبت اقدامات کی بجائے وہم اور وسوسے کا شکار ہو کر حالات کا صحیح تجزیہ کرنے کی بجائے بیرونی سازشوں کو اپنی ناکامی کا ذمہ دار ٹھہرانے لگے ہیں۔

ندوہ ہنیت علما کے سربراہ ڈاکٹر عبد الغفار عزیز کا خیال ہے کہ گہری سازش اور بیرونی سازش کا تصور اس لیے پیدا ہوا کہ اکثر مسلمان حکومتوں نے اسلامی تحریکوں کو دبا سننے کی کوشش کی ہے جس میں باہر کے ملکوں کی امداد کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ روزانہ واقعات سے بھی مغرب کی اسلام دشمنی کا پتا چلتا ہے۔ جب بھی اسلامی نظام کے لیے کوئی تحریک

اٹھتی ہے مغربی ممالک علمی، عملی اور نظری اقدامات کے ذریعے اس کی مخالفت کرتے ہیں اور مغربی تسلط کو قائم رکھتے ہیں۔

جامعہ قاہرہ میں لسانی اور شرعی علوم کے استاد ڈاکٹر عبدالصبور شاہین کے نزدیک سازش کا یہ احساس دراصل سیاسی تناؤ کا نتیجہ ہے اور تحریکی مشکلات کے آسان حل کے طور پر سامنے آیا ہے۔ یہ اصل حقیقت سے دوری کا مظہر ہے۔ زندگی میں خیر و شر ہمیشہ سے برسرِ پیکار رہے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ صحیح تجزیے کے ذریعے خیر کی قوت میں اضافہ کیا جائے، آسان اور یک طرفہ تجزیے پیچیدہ عوامل کو سمجھنے میں نہ صرف ناکام رہتے ہیں اور صورتِ خیال کی صحیح تصویر سامنے نہیں آنے دیتے بلکہ تحریکوں میں محدود تصورات اور تنگ نظری کو جنم دے کر تحریکوں کی ناکامی کا سبب بنتے ہیں۔

ڈاکٹر الطویل نے واضح کیا کہ اسلامی تحریکات کے کارکن کی پرورش اس تصور پر کی جاتی ہے کہ معاشرے کا ایک حصہ اس کا دشمن ہے۔ معاصر حکومتوں کے استبدادی اقدامات سے اس احساس کو تقویت ملتی ہے۔ انھوں نے کہا کہ تحریکوں کے قائدین کا فرض ہے کہ وہ منفی فکر اور رویوں کی جگہ مثبت فکر کو رواج دیں۔

معروف ادیب فہمی ہوییدی نے کہا ہے کہ اچلے اسلام کے خلاف سازشوں کے وجود سے انکار نہیں لیکن تاریخی اور منطقی طور پر یہ تصور اضافی اور بے معنی ہے۔ تاریخی طور پر اسلام کے خلاف سازشیں ہمیشہ ہوتی رہی ہیں، لیکن ہر واقعہ میں بیرونی سازش کا خوف کمزور اور بیمار ذہن کی نشانی ہے۔ اگر مسلمان نظریاتی، مادی اور فکری طور پر صحت مند اور قوی ہوں تو اس طرح کے خوف جدوجہد پر اثر انداز نہیں ہو سکتے۔

فہمی ہوییدی کی رائے میں سازش کے اندیشے کا بنیادی سبب مسلم معاشرے میں خود احتسابی کا فقدان ہے۔ امت مسلمہ میں اپنے پر تنقید کی نہ عادت ہے نہ ہمت۔ ہماری حکومتیں مقدس ہیں اور حاکم تنقید سے بالاتر۔ ہمارے والدین، علماء، ادارے تنقید سے ماورا ہیں۔ نوجوان ان پابندیوں کی فضا میں پلتا ہے جہاں کوئی تنقید سننے کو تیار نہیں۔ وہ نہ صرف دوسروں پر تنقید نہیں کر سکتا بلکہ اپنے اپنے تنقید کی اہلیت سے بھی محروم

رہتا ہے، نتیجہ یہ کہ وہ اپنی تمام خرابیوں اور مشکلات کی ذمہ داری دوسروں پر ڈالنے لگتا ہے۔ اس ذہنی فضا میں ”بیرونی سازشوں“ کا وہم جڑ پکڑ لیتا ہے۔

دعوت و تبلیغ کے ثمرات مشکل سے دس فی صد مسلمان آبادی تک پہنچ رہے ہیں۔
(مولانا مجیب اللہ ندوی)

اعظم گڑھ (الرشاد) جون ۱۹۹۲ء۔ ہندوستان میں دین کے سلسلے میں جو کام ہو رہا ہے اس کا فائدہ مشکل سے دس فی صد مسلمانوں کو پہنچ رہا ہے۔ یہ بات مولانا مجیب اللہ ندوی نے ہمارا فطرہ گجرات اور راجستھان کے دورے کے بعد لکھی۔ انھوں نے لکھا کہ دعوت و تبلیغ، دینی، ملی، تعلیمی اور اقتصادی محاذ پر ہم لوگ جتنا کچھ کام کر رہے ہیں اس کے ہدف میں مسلمان آبادی کا نوے فی صد حصہ شامل نہیں ہے۔ اور حال یہ ہے کہ دس فی صد کام میں بھی ہم لوگ آپس میں دست و گریباں ہیں۔ انھوں نے کہا کہ درنہ دار طبقہ اور خصوصاً علما جب تک وسعت قلب کے ساتھ اپنے مخالف مسالک اور مکاتب فکر کی بات سننے اور برداشت کا مادہ اپنے اندر پیدا نہیں کریں گے مسلمانوں میں دین کے کام کو کامیابی نہیں ہوگی۔

امام کے لیے تنخواہ لینا جائز نہیں۔ (ڈاکٹر حسینی البو فرحہ)

قاہرہ (المسلمون) ستمبر ۱۹۹۲ء۔ جامعہ ازہر کے استاد ڈاکٹر حسینی البو فرحہ نے واضح کیا ہے کہ عبادات پر اجر وصول نہیں کیا جاسکتا۔ نماز ایک عبادت ہے اور عبادات کی ادائیگی واجبات میں سے ہے، اس لیے ان کا معاوضہ نہیں۔ اگر صرف اللہ تعالیٰ ادا کرتا ہے۔ کیونکہ نماز اللہ کے لیے ہے، یہ نہ کسی حکومت کی طرف سے عائد کردہ فریضہ ہے نہ لوگوں کی طرف سے، اس لیے ان میں سے کوئی بھی اس کی تنخواہ ادا کرتے کا ذمہ دار نہیں۔ عبادات کو پیشہ قرار دے کر ان کی تنخواہ وصول کرنا صحیح نہیں۔ ان کو قضا اور تدریس کے پیشوں پر قبیلہ نہیں کیا جاسکتا کیونکہ وہ فرائض کفایہ ہیں۔

صحیح امام بخاری کو کمپیوٹر میں محفوظ کر لیا گیا

ریاض (المسلمون) نومبر ۲۰۱۹ء - صخر کمپیوٹر کے ادارے العالمیہ نے اعلان کیا ہے کہ انھوں نے صحیح امام بخاری کو کمپیوٹر پروگرام میں محفوظ کر لیا ہے۔ اس پروگرام میں صحیح بخاری کی تمام احادیث، اسانید کے علاوہ تمام راویوں کے حالات، مشکل الفاظ کے معانی، اصول حدیث، اصطلاحات اور امام بخاری اور ان کے شیوخ کے حالات زندگی محفوظ ہیں۔ حدیث کے کسی بھی لفظ، راوی کے نام سے مکمل حدیث کا متن، اس کی سند اور روایت کے حالات معلوم ہو سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ موضوعاتی اشاریہ بھی موجود ہے، جس کے ذریعے کسی موضوع پر احادیث کی بھی تخریج ہو سکتی ہے۔

اس ادارے نے اس سے پہلے قرآن کریم پر مکمل کمپیوٹر پروگرام پیش کیا تھا۔ مستقبل قریب میں حدیث کی دوسری کتابوں پر بھی کمپیوٹر پروگرام پیش کیے جائیں گے۔ اس وقت مسند امام احمد بن حنبل پر کام جاری ہے۔

اسلامی ویڈیو کیسٹ

نومبر میں جاری ہونے والے اسلامی کیسٹ اور ویڈیو میں مندرجہ ذیل سہ فہرست رہے۔

ویڈیو

شیخ احمد دیدات، صلیب مسیح -
مملکت سعودی عرب - مناسک حج -
ہلاکت کا طوفان -
صومالیہ

کیسٹ

شیخ محمد المنجد، پڑوسیوں سے ملاقات
محمد بن سعید القحطانی، دین کا استہزا
شیخ سلمان العودہ، نبی کریم کی نماز
شیخ علی حفصیری، ہمارے ہاں کابلوں کی
کوئی جگہ نہیں

”زکوٰۃ قسطوں میں ادا کی جاسکتی ہے۔“ (ازہر کی مجلس فتویٰ کا فیصلہ)

قاہرہ (المسلمون) ۲۵ ستمبر ۲۰۱۹ء - جامعہ ازہر کی مجلس فتویٰ نے فیصلہ دیا ہے کہ مقاصد زکوٰۃ کو بہتر طریقے سے پورا کرنے کے لیے زکوٰۃ قسطوں میں ادا کی جاسکتی ہے۔ اگر

زکوٰۃ دینے والا محسوس کرے کہ حاجت مند کو زکوٰۃ کی ایک مشنت ادائیگی کے بجائے وقفے وقفے سے ادائیگی حاجت مند کے حق میں زیادہ مفید ہے تو اسے قسطوں میں ادا کرنا جائز ہے۔

”کاروبار میں نقصان کے اندیشے کے پیش نظر دو نمازوں کو جمع کیا جاسکتا ہے۔“

(علمائے ازہر کا فتویٰ)

قاہرہ (المسلمون) ۲۵ ستمبر ۱۹۹۲ء - ایک تاجر کے سوال کے جواب میں جامعہ ازہر کی مجلس فتویٰ نے وضاحت کی ہے کہ فقہانے سفر اور بارش کے دوران ظہر اور عصر، اور مغرب اور عشاء کی نمازیں جمع کرنے کی اجازت دی ہے۔ اس اجازت کی بنیاد سنت نبوی پر ہے، جس کی روایت صحیح بخاری، ابو داؤد اور ترمذی میں موجود ہے۔ مالکی فقہانے متوقع بارش کے پیش نظر عشاء کی نماز مغرب کے ساتھ پڑھنے کی اجازت دی ہے۔ اسی طرح آندھی اور کچھڑ سے بچنے کے لیے بھی دو نمازیں جمع کرنے کی اجازت ہے۔ حنبلی فقہانے شدید سردی اور برف باری کی صورت میں جمع صلوٰتین کی اجازت دی ہے۔ بعض حنبلی اور شافعی فقہانے مرض کی بنا پر اس کی اجازت دی ہے۔ چنانچہ حنبلی فقہا کا موقف ہے کہ کسی بھی شرعی عذر کی بنا پر جمع صلوٰتین جائز ہے۔ اس عذر میں کاروبار میں نقصان بھی شامل ہے۔ اگر کسی تاجر کو خطرہ ہو کہ کاروبار چھوڑنے سے اسے نقصان ہو گا یا مال ضائع ہو جائے گا تو وہ نمازوں کو آگے پیچھے کر کے جمع کر سکتا ہے۔ مثلاً ایک نابینا یا باورچی کو خطرہ ہو کہ تاخیر کی وجہ سے اس کا مال خراب یا ضائع ہو جائے گا تو وہ دو نمازوں کو جمع کر کے پڑھ سکتا ہے۔ ان تمام حالتوں میں رخصت کی بنیاد اس اصول پر ہے کہ دین میں آسانی ہے۔

زنا بالجبر کی شکار خاتون کو حمل گرانے کی اجازت ہے۔

(ڈاکٹر سید رزق الطویل)

اگر کوئی عورت زنا بالجبر کی شکار ہوئی ہو تو اسے ذہنی، جسمانی صدمے کے علاوہ

بدنامی کا بھی شکار ہونا پڑتا ہے۔ کیا ایسی عورت کو حمل گرانے کی اجازت ہے؟ برائے
جامعہ ازہر عبدالفتاح شیخ نے اس کی اجازت نہیں دی۔ ان کا کہنا ہے کہ حمل گرانے کا
کو ضائع کرنے کے مترادف ہے۔ حمل جائز ہو یا حرام کاری کا نتیجہ، شرعی طور پر سب کا
ایک ہی حکم ہے۔ اُنھوں نے کہا اس سلسلے میں حمل کی مدت کا بھی اعتبار نہیں، جدید
تحقیقات کی رو سے مباشرت کے عمل کے فوراً بعد زندگی ظہور پذیر ہو جاتی ہے۔ ازہر کی
مجلس فتویٰ کے رکن ڈاکٹر محمد عبد المجتبیٰ نے اس کی مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ چالیس دن
تک کا حمل ضرورت کے تحت گرایا جاسکتا ہے۔ زنا بالجبر کی صورت میں عورت خود گناہ
کی مرتکب نہیں، اس لیے وہ ضرورت کی وجہ سے حمل گرا سکتی ہے، لیکن چالیس دن کے
بعد اسے اجازت نہیں ہوگی۔

کلیہ دراسات عربیہ و اسلامیہ کے سربراہ ڈاکٹر سید رزق الطویل نے اختلاف کرتے
ہوئے کہا کہ جو خاتون زنا بالجبر میں ایک جرم کی شکار ہوتی ہے اسے اپنے نقصانات کم کرنے
کی اجازت ہونا چاہیے۔ وہ پہلے ہی بہت سے نقصانات اٹھا چکی ہوتی ہے، اسے
بدنامی اور غیر مطلوب بچے کا مزید نقصان برداشت کرنے کے لیے کہنا زیادتی ہے۔
البتہ حمل گرانے کی سزا کے طور پر اسے چوتھائی دیت ادا کرنے کو کہا جاسکتا ہے۔

عورت اپنے خاوند کی میت کو غسل دے سکتی ہے۔

(ڈاکٹر صالح الاطرם)

ریاض المسلمون ۲۵۱ ستمبر ۱۹۹۲ء - جامعہ امام محمد بن سعود کے استاد ڈاکٹر
صالح الاطرם نے فتویٰ دیا ہے کہ بیوی اپنے خاوند کی میت کو غسل دے سکتی ہے اور
خاوند اپنی بیوی کی میت کو غسل دے سکتا ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت علیؑ نے
حضرت فاطمہؑ کی میت کو غسل دیا تھا۔

جہیز لڑکی کی ملکیت ہے۔ (مفتی محفوظ احمد)

کراچی (الاشرف) اگست ۱۹۹۲ء۔ مفتی محفوظ احمد دارالافتا جامعہ اشرفیہ سکھنے کے ایک استفتا کے جواب میں وضاحت کی ہے کہ لڑکی والوں کی طرف سے جو کچھ دیا جاتا ہے وہ سارا لڑکی کی ملک ہو تا ہے، اس پر لڑکے والوں کی یا خاوند کی ملکیت نہیں ہوتی۔ نہ وہ خاوند بیوی کا مشترکہ مال سمجھا جاسکتا ہے، بلکہ لڑکے والوں کی طرف سے بھی جو کچھ لڑکی کو دیا جاتا ہے، اس کی مالک بھی لڑکی ہوتی ہے۔ چنانچہ علیحدگی کے وقت لڑکی اپنا یہ سارا سامان واپس لے سکتی ہے۔

ایک سے زائد بیویوں کی صورت میں سرکاری ملازم کی نام زد کردہ صرف ایک بیوی طبعی علاج معاوضے کی مستحق ہوگی۔ (وفاقی شرعی عدالت کی توثیق)

لاہور (تمدن) اگست ۱۹۹۲ء۔ حکومت پاکستان کے طبی قوانین ۱۹۹۰ء برائے وفاقی ملازمین کی رو سے ایک سے زیادہ بیویاں طبعی علاج کی مراعات کی حق دار نہیں۔ خاوند صرف ایک بیوی کو نامزد کر سکتا ہے جسے طبی سہولت دست یاب ہوگی۔ ایک درخواست دہندہ نے یہ موقف اختیار کیا کہ یہ قانون خلاف شریعت ہے کیونکہ قرآن کریم میں تمام بیویوں سے مساوی سلوک کا حکم دیا گیا ہے۔ اور یہ قانون بالواسطہ طور پر صرف ایک شادی کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ وفاقی شرعی عدالت نے درخواست کو خارج کرتے ہوئے کہا کہ یہ قوانین قرآن و سنت کے خلاف نہیں ہیں۔ طبی سہولت دراصل ایک رعایت ہے جو قواعد ملازمت کے تحت دی گئی ہے اور حکومت کو حق ہے کہ یہ رعایت وہ ایک بیوی تک محدود رکھے۔

بیویوں کو مارنے والے اکثر نفسیاتی مریض ہیں۔ ان کو علاج کی ضرورت ہے۔

ریاض (المسلمون) نومبر ۱۹۹۲ء۔ المسلمون کی زیر ادارت سید زہرائی، ثنا ۲ ایوصال اور سهام عز الدین نے مسلم معاشرے میں مار پیٹ کے بڑھتے ہوئے رجحان کا جائزہ لیا ہے اور اس کے قانونی، شرعی، نفسیاتی اور معاشرتی پہلوؤں کا مطالعہ کیا ہے۔ اس سلسلے میں انھوں نے خاص طور پر بیویوں کو مارنے کے بارے میں شرعی احکام پر تحقیق

کی ہے۔ مختلف ماہرین اور علمائے تحقیقات اور آرا کی روشنی میں وہ اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ ماریٹ کاموجودہ رجحان انتہائی نقصان دہ ہے اور اس کی اخلاقی، قانونی اور شرعی اجانت نہیں ہے۔ جامعہ ملک محمد بن سعود، ریاض کے استاد ڈاکٹر صالح السدلان نے تفصیل سے بتایا کہ اسلام میاں بیوی میں باہمی سمجھ بوجھ اور تعاون کے روابط چاہتا ہے۔ شریعت کا حکم ہے کہ وہ نکتہ چینی اور جھگڑے کی بجائے راحت و سکون سے زندگی گزاریں۔ تاہم اگر بیوی اپنے فرائض کو ادا کرنے سے انکار کر دے تو شریعت نے خاوند کو درجہ بدرجہ اقدامات کا اختیار دیا ہے۔ مثلاً بات چیت کے ذریعے سمجھائے، باقطع تعلق کے ذریعے فمائش کرے یعنی بیوی کے بستر سے علیحدگی اختیار کرے اس طرح کہ گھر کے دوسرے افراد کو اس کا علم نہ ہو اور ان پر بُرا اثر نہ پڑے۔ اگر خاوند اور بیوی یا دونوں میں سے ایک کو یقین ہو جائے کہ آپس میں بناہ ممکن نہیں تو اسلام نے اس کے لیے حکم کا طریقہ تجویز کیا ہے یعنی دونوں فریق اپنی اپنی طرف سے ثالث مقرر کریں جو ان کی شکایات اور معاملات پر غور کر کے فیصلہ دیں۔

جامعہ امام محمد بن سعود کے استاد ڈاکٹر سعود ترکی نے زور دیا کہ عورتوں سے بدسلوکی اور بیویوں کو مارنے کے خطرناک نتائج برآمد ہوتے ہیں۔ اکثر اس کا فوری نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ عورتیں گھر سے بھاگ جاتی ہیں۔ اس سے نہ صرف خاندان ٹوٹ چھوٹ کا شکار ہوتا ہے بلکہ معاشرے پر بھی برے اثرات پڑتے ہیں۔ میاں بیوی میں باہمی اعتماد اٹھ جاتا ہے۔ ملے والے ایسے میاں بیوی اور خاندان کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اس کا سب سے خوف ناک اثر بچوں پر پڑتا ہے۔ جو بچہ ابتدائے عمر میں ہی اپنی ماں کی توہین ہوتے دیکھتا ہے، اس کے دل سے رشتوں کا احترام اٹھ جاتا ہے۔ وہ اچھا شہری کیسے بن سکتا ہے۔

ماہرین نفسیات نے بیویوں کو مارنے کے دوسرے عوامل کی طرف بھی توجہ دلائی۔ یہاں سالم کا کہنا ہے کہ یہ رویہ ہیجان کا نتیجہ ہے جو عقل کی کمی اور انسانیت کے عدم احترام کا ثبوت ہے۔ سعاد کستی ہیں کہ بیوی کو مارنے والے خاوند عقلی اور منطقی کمزوری کا شکار ہوتے ہیں، وہ مشکلات کا سامنا کرنے کی ہمت نہیں رکھتے۔ فاطمہ کا خیال ہے کہ جو خاوند اس رویے کے لیے قرآنی آیات سے جواز پیش کرتے ہیں وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ شریعت نے اس کی اجازت صرف "نشوز" کی صورت میں دی ہے یعنی اس کے خلاف اس کی طرف سے طلاق رکھ کر نافرمانی کرنا۔ قرآن کریم میں جہاں بیوی کے نشوز کا ذکر ہے وہاں خاوند کے نشوز کو بھی بیان

کیا گیا ہے۔

سالم البید کا کہنا ہے کہ مارپیٹ ہمارے معاشرے کے قابلِ مذمت رویوں میں سے ہے۔ مردوں کی اکثریت عورتوں اور بچوں کو مارتی ہے۔ صرف بیویوں ہی کو نہیں، مرد اپنی بہنوں بلکہ ماؤں تک کو مارتے پیٹتے ہیں۔ اس کا جواز قرآن کریم سے کیسے لایا جاسکتا ہے۔ یہ ایک معاشرتی برائی ہے۔ محترمہ قادیہ نے اس کی نفسیاتی وجوہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ مرد محض اپنی انا کے لیے عورتوں اور بچوں کو مارتے ہیں، اکثر عورتوں کو مارپیٹ کا سبب بھی معلوم نہیں ہوتا۔ بعض اوقات کھانا پسند نہ آنے پر بھی بیوی کو پیٹ ڈالتے ہیں۔ جامعہ ملک سعود کی ماہر نفسیات ڈاکٹر ماجدہ حماد نے واضح کیا کہ اسلام جو حسن معاملہ کا حکم دیتا ہے مارپیٹ کا حکم نہیں دے سکتا۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق اسلام کی خلاف ورزی کرنے والے مرد یا عورت دونوں قابلِ مذمت ہیں۔ جن کو مارتے پیٹتے کی عادت ہے وہ دراصل نفسیاتی مریض ہیں اور انھیں علاج معالجے کی ضرورت ہے۔

ڈاکٹر خیری عیسوی نے تسلیم کیا کہ عورتیں اکثر خاوندوں کے ہاتھوں شدید زخمی ہو جاتی ہیں۔ وہ اس بات کا اعتراف نہیں کرتیں لیکن یہ مارپیٹ اتنی شدید ہوتی ہے کہ علاج معالجے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ ان کے خیال میں ہمارے معاشرے میں مارپیٹ عام ہے۔ صرف ان پڑھ طبقے میں نہیں بلکہ تعلیم یافتہ گھرانوں میں بھی یہ واقعات پیش آتے ہیں۔ حتیٰ کہ اکثر اساتذہ بھی اس کے مرتکب ہوتے ہیں۔ بچوں کی نفسیات پر اس کے گہرے اثرات پڑتے ہیں۔

ڈاکٹر ترکی نے کہا کہ مارپیٹ کے مرتکب افراد کو قانونی تحفظ دے کر انھیں اس نفسیاتی مرض میں مبتلا رکھنا درست نہیں۔ ایسے لوگوں کا نفسیاتی علاج ہونا چاہیے۔ مارپیٹ کے رجحان کو ختم کرنے کے لیے گھروں، مدرسوں اور جامعات میں باقاعدہ تربیت دی جائے کہ خاوند اور بیوی کے حقوق اور واجبات کیا ہیں، اور جھگڑے کی صورت میں اسلام نے کیا حکم دیا ہے۔ اس غلط فہمی کی ترمیم ضروری ہے کہ اسلام نے جھگڑے کا حل مارپیٹ تجویز کیا